# دنیا کے زلزلے مومن کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں کر سکتے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷؍ اکتوبر ۱۹۷۸ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:-

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (الحجرات: ۱۶ تا ۱۸)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مومن وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر یعنی اسلام میں داخل ہوتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا کرتا ہے اور ابتدائی ہدایت انہیں نصیب ہوتی ہے اور اسلام کے متعلق انہوں نے تھوڑا بہت جو کچھ سمجھا ہوتا ہے وہ اس پر عمل کرتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کر کے ہدایت کی راہ میں ترقی کرتے ہیں اور ترقی کرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔

ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا پھر کوئی شک وشبہ ان کے دل میں باقی نہیں رہتا۔ خدا تعالیٰ انہیں ہر معاملہ میں بصیرت عطا کرتا ہے۔ جس وقت انسان ایمان لاتا ہے تو قرآن کریم ہی نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ شیطان اپنی سی کوشش شروع کر دیتا ہے بہکانے اور وسوسے پیدا کرنے کی۔ شیطان کے یہ وساوس اور اس کی یہ کوشش ایمان کی ہر سہ جہات سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ ایمان کے معنے کئے گئے ہیں زبان سے اقرار کرنا۔ دل سے یقین کرنا اور عمل سے یہ ثابت کرنا کہ جو دل میں بات ہے وہ پکی اور یقینی ہے۔ چنانچہ شیطان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنی زبان سے جو اقرار کرتا ہے اس میں روکیں ڈالے۔ بہت سے لوگوں کے لئے وہ ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ ایمان ہوتے ہوئے بھی ان کے لئے ایمان کا اقرار کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور بہت سے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اسلام لانے کے بعد اسلام کو چھوڑ دیتے ہیں جیسا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع زمانہ میں ہوا جب کہ عرب بڑی کثرت کے ساتھ ارتداد اختیار کر گئے تھے۔ انہوں نے زبان سے بھی اسلام کا انکار کیا اور ان کے دلوں میں بھی ایمان باقی نہ رہا۔ پس ہمیں قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان اپنی کوشش میں یہ وار بھی کرتا ہے کہ بعض دفعہ جب آدمی مسلمان ہوتا ہے اور اقرار کرتا ہے میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ اس اللہ پر ایمان لاتا ہے جس کی ذات اور صفات کے متعلق قرآن کریم نے تفصیل سے بیان کیا ہے تو شیطان انسان کے دل میں شبہات پیدا کرتا ہے تا کہ اس سے ایمانی کمزوری سرزد ہو۔

وَرَسُوْلِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ اقرار بھی کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل ترین اور اکمل ترین مقام جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے محسنِ اعظم کی حیثیت سے، انسانِ کامل کی حیثیت سے، ایک کامل اور مکمل اور قیامت تک قائم رہنے والی شریعت لانے والے نبی کی حیثیت سے، اس مقام کو میں پہچانتا ہوں۔ آپ بنی نوع انسان کے محسنِ اعظم ہیں۔ میں آپ کے احسانوں کو پہچانتا ہوں اور ان کی معرفت رکھتا ہوں۔ آپ کی ذات وصفات اور آپ کے حُسن واحسان کے نتیجہ میں میرے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اس کا

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جو کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے تمہاری عملی زندگی میں اُسوۂ حسنہ ہیں اس اُسوہ کے مطابق انسان اپنی زندگی گزارنے کا اقرار کرتا ہے اور پھر وہ عملاً اسی کے مطابق اپنی زندگی گزارتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتا ہے۔

ایمان کا دوسرا حصہ دلی یقین سے تعلق رکھتا ہے یعنی دل میں ایمان کا پختگی کے ساتھ گڑا ہوا ہونا۔ شیطان انسانی دل میں بھی وسوسہ ڈالتا ہے وہ یہ کوشش کرتا ہے کہ انسان کے دل میں وسوسہ ڈالے اور ایمان کی جڑوں کو جو انسان کے دل اور دماغ میں ہوتی ہیں اُن کو ہلا دے۔ عمل میں کمزوری پیدا ہوجائے اور دل میں شبہات پیدا ہوجائیں۔ اس میں وہ بعض دفعہ کامیاب بھی ہوجاتا ہے جیسا کہ ارتداد کے وقت میں ہوا۔ یہ ایک ایسی مثال ہے جو ایمان کے تینوں حصوں پر حاوی ہے۔

پس ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہدایت کے حصول کے بعد انسان دین کے میدان میں جتنا کچھ حاصل کرتا ہے اس کے مطابق جب وہ عمل کرتا ہے تو هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرة:۳) کی رو سے گویا وہ تقویٰ کی راہوں کو سمجھتا اور ان پر کاربند ہوتا ہے۔ قرآن کریم اس کے لئے ہدایت اور تقویٰ میں اور زیادہ ترقی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ انسان کے دل پر جب شیطان کا یہ وار ہوتا ہے تو انسان پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس پر رحم کرتے ہوئے اس کی حقیر کوششوں کو قبول کرتا ہے اور اسے بصیرت عطا کرتا ہے۔ اسے عزم دیتا ہے۔ اس کو ثباتِ قدم عطا کرتا ہے۔ ایمان اس کے دل میں اتنی پختگی کے ساتھ گڑ جاتا ہے کہ شیطان کے حملے ناکام ہوجاتے ہیں۔

ایمان کا تیسرا حصہ انسانی عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم نے کہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ (الانعام:۵۱) کے مطابق جو کام کر کے دکھا دیا ہے تم اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالو اس کے اوپر بھی شیطان حملہ کرتا ہے۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ بُھلا دیتا ہے۔ کبھی انسان کے عمل میں کمزوری پیدا کر دیتا ہے۔ کبھی دنیا کی لالچ کو نیکیوں کی راہ میں حائل کر دیتا ہے۔ کبھی اولاد کی محبت دین کے راستوں کو تنگ کر دیتی ہے اور دین سے فرار کی راہوں کو کشادہ کر دیتی ہے۔

بہرحال بے شمار طریقے ہیں جو شیطان استعمال کرتا ہے لیکن مومن تو خدا تعالیٰ سے طاقت حاصل کرتا ہے۔ وہ راہیں ہزاروں یا لاکھوں جن سے شیطان حملہ آور ہوتا ہے مومن اس کا مقابلہ کرتا ہے اور اُسے شکست دیتا ہے اور ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس میں یہ جُرأت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ مسلمان ہونے کا اقرار کرے۔ اس کے دل میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ نہ اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کے عمل میں کوئی کمزوری پیدا ہوتی ہے۔

پھر فرمایا وَ جٰهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ مومن یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہے وہ خدا کا ہے اور اس کی راہ میں ہر چیز کو قربان کر دیتے ہیں یا اسی کی اجازت سے استعمال کرتے ہیں اور ہر وقت قربان کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ یہ قربانی ہر وقت ہر انسان سے تو نہیں مانگتا لیکن کبھی مانگتا بھی ہے لیکن جب مومن خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے ”ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا“ کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو اس کے بعد پھر جتنا ہوسکتا ہے وہ خدا کی راہ میں دے دیتے ہیں لیکن نیت یہ ہوتی ہے کہ اگر سب کچھ چلا جائے گا تب بھی خدا کو نہیں چھوڑیں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن ہمارے ہاتھ سے نہیں چُھٹے گا۔

ہم نے قادیان کو چھوڑا۔ اس وقت ایسے حالات پیدا ہوگئے تھے کہ ہم دیکھتے تھے ہمارے دین کی راہوں میں اس قسم کی رکاوٹیں پیدا ہوگئی ہیں کہ ہم اس جگہ مرکزیت کے لحاظ سے اپنی ذمہ داریوں کو نباہ نہیں سکتے اس لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ پہلے بتایا بھی گیا تھا ہجرت کی اور ربوہ میں آ بسے۔ اُسوۂ نبوی بھی یہی ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنے متبعین کے دین کی حفاظت کے لئے مکہ جیسے شہر کو چھوڑ دیا تھا جہاں خانہ کعبہ تھا جو ساری دنیا کو ایک کرنے کے لحاظ سے مرکزی نقطہ تھا لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ آپ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ چلے گئے لیکن اپنے دین کو نہیں چھوڑا آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی ساری جائیدادیں، ساری رشتہ داریاں اور سارے تعلقات اور ایسوسی ایشنز کو چھوڑ دیا اور آرام سے مدینہ چلے گئے اور جب مکہ کو چھوڑا تو پھر دنیوی ناطہ سے چھوڑ ہی دیا۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ جب مکہ فتح ہوگیا تو مسلمان اپنی جائیدادیں واپس لے سکتے تھے لیکن انہوں نے نہیں لیں

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس مدینہ چلے گئے۔اگر حالات ایسے ہو جائیں تو اس اُسوہ پر بھی عمل کرنا پڑتا ہے۔اصل چیز یہ ہے کہ ایمان کے معاملہ میں کوئی شک اور شُبہ نہیں ہوتا۔مومن کو بصیرت حاصل ہوتی ہے اور ثبات حاصل ہوتا ہے اور استقامت حاصل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کے فرشتوں کی حمایت اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔مومن اپنے ایمان پر ایسے پختہ ہوتے ہیں کہ دنیا کے زلزلے ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں پیدا کر سکتے، ان کو ہلا نہیں سکتے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں یہ فرمایا ہے:- قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر نفس اپنے متعلق سب سے زیادہ علم رکھتا ہے مثلاً انسانی خیالات ہیں۔ بہت سے انسانی خیالات صحیح ہوتے ہیں۔ انسان کے دل میں جوش اور قربانی کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ شُبہ والے خیالات بھی پیدا ہوتے ہیں۔کمزوری والے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ڈر والے بھی پیدا ہوتے ہیں۔عملاً بعض دفعہ انسان ڈرتا نہیں لیکن اس کے دماغ میں آتا ہے اب کیا ہوگا۔کئی لوگوں کو یہ خیال آجاتا ہے اب کیا ہوگا لیکن مومن اس کو ظاہر نہیں ہونے دیتا۔وہ خود تو جانتا ہے کہ اس کے دماغ میں یہ خیال آیا تھا۔انسان کے دل کے اندر بعض دفعہ وسوسہ پیدا ہوتا ہے خواہ معمولی سا ہوتا ہے لیکن وہ کسی کو بتاتا نہیں۔وہ اپنے ایمان پر پختگی سے قائم رہتا ہے لیکن وسوسہ تو پیدا ہوتا ہے۔مومن اس کو جھٹک دیتا ہے۔ دل سے نکال کر پرے پھینک دیتا ہے۔اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ اس کے دل میں یہ کیفیت پیدا ہوئی تھی جس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے اس نے نجات حاصل کرلی۔انسان سے بعض دفعہ بہت سی کمزوریاں سرزد ہو جاتی ہیں اور وہ ظاہر نہیں ہوتیں تو کوئی شخص بھی دوسرے کے متعلق علم نہیں رکھتا جتنا خود انسان اپنے متعلق علم رکھتا ہے۔یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی سمجھدار آدمی انکار نہیں کرسکتا۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے باوجود اس کے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ مگر جہاں تک خدا کا سوال ہے کیا تم خدا کو بتاؤ گے اپنے دین کے متعلق کہ تم بڑے پکے مسلمان اور دیندار ہو؟

گو دوسرے لوگوں کی نسبت تمہارا اپنی ذات کے متعلق علم زیادہ ہے اس لحاظ سے تم اعلم ہو۔ اپنے نفوس کو زیادہ جاننے والے ہو لیکن جہاں تک خدا تعالیٰ کا تعلق ہے تم نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ کی نسبت تم اپنے نفس کو زیادہ جانتے ہو۔ تمہارے ظاہر و باطن کو اللہ تم سے بھی زیادہ جانتا ہے۔

میں نے ایک دفعہ خطبہ دیا تھا میں سمجھتا ہوں اخبار الفضل اسے دوبارہ شائع کرے۔ میں نے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے حوالے سے بتایا تھا کہ کس طرح ہر آسمان پر ایسے فرشتے ہیں جن کا تعلق لوگوں کو مثلاً پہلے آسمان تک لے جا کر خدا کے حضور پیش کرنا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کے متعلق ایسے فرشتوں کو بھی غلط فہمی ہوتی ہے کہ ان کے بڑے اچھے اعمال ہیں لیکن خدا تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے ان کے منہ پر مار وان کے اعمال کیونکہ ان کے اندر ایسی کمزوریاں ہوتی ہیں جنہیں خدا تعالیٰ قبول نہیں کرنا چاہتا اور فرشتوں سے کہتا ہے ایسے اعمال کو اٹھا کر باہر پھینک دو۔

پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے تم میں سے ہر شخص اپنے متعلق بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس کی دینی حالت کیا ہے حالانکہ ہر شخص اپنے متعلق سب سے زیادہ جانتا ہے تو جن لوگوں کے متعلق تم اپنے نفس کی نسبت کم جانتے ہو ان کی دینی حالت کے متعلق کس طرح فتویٰ دے سکتے ہو؟ پس کوئی شخص دوسرے کے متعلق فتویٰ دے ہی نہیں سکتا کہ اس کی ایمانی کیفیت کیسی ہے، خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

غرض ان آیات میں بڑا عجیب مضمون بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ کیا تم اپنے نفس کے متعلق، اپنے دین کے متعلق خدا کو بتا سکتے ہو؟ جب ایسا نہیں کر سکتے تو پھر تم دوسروں کے متعلق کیسے بتا سکتے ہو کہ ان کی دینی حالت کیا ہے۔ آیا ان کے اعمال کو خدا نے قبول کر لیا۔ ان کے دل کی حالت کو پکے مسلمان کی حالت کے مطابق پایا اور اس کے اقرار میں کوئی بناوٹ اور کوئی تصنع نہیں پایا۔ پس تم دوسرے آدمی کے متعلق کیسے کہہ سکتے ہو جب کہ اپنے متعلق بھی نہیں کہہ سکتے۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز خدا تعالیٰ کے علم کامل سے پوشیدہ نہیں وہ ہر چیز کو جانتا ہے (مگر تم نہیں جانتے)۔

اسی تسلسل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ فرمایا بعض لوگ تم پر اپنے اسلام کا احسان جتلاتے ہیں۔ایسے گروہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں تو نہیں ملتے۔قرآن کریم کی شریعت تو قیامت تک ممتد ہے اس لئے ایسے لوگ قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے جو اپنے اپنے وقت میں یہ احسان جتاتے رہیں گے کہ ہم قربانی کرتے ہیں۔ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں فدائیت اور ایثار کے نمونے پیش کرتے ہیں۔تم کس پر احسان جتاتے ہو خدا پر تو احسان نہیں جتایا جاسکتا کیونکہ تم نے جو کچھ اس کے حضور پیش کیا ہے وہ اسی نے تو تمہیں دیا تھا اسی میں سے تم نے واپس کیا تم نے خدا پر کیا احسان کیا ہے۔اگر کسی اور کی خاطر کیا ہے تو وہ تمہاری کوئی نیکی نہیں۔ وہ اسلام نہیں پھر تو وہ خوشامد ہوگی۔ پھر تو وہ ریا کاری ہوگی۔ پھر تو وہ دنیا داری ہوگی۔ وہ تقویٰ اور طہارت تو نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر یہ بات سچ ہے کہ واقع میں تم پکے اور سچے اور حقیقی مسلمان ہو اور خدا تعالیٰ نے تمہیں اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ ایمان کی راہوں کی طرف ہدایت دی ہے تو یہ تو خدا کا تم پر احسان ہے۔تمہارا تو خدا پر کوئی احسان نہیں اور پھر اس سے اگلی آیت میں وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ پر اس سارے مضمون کو ختم کیا ہے فرمایا جو تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح واقف ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے متعلق حکم لگانا انسان کا کام ہی نہیں وہ تو مالک ہے جس کو چاہے بخش دے جس کو چاہے نہ بخشے یہ میرا اور تمہارا کام ہی نہیں لیکن خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بعض اصول اور اپنی سنت اللہ کے طور پر بعض چیزیں بتائی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے میں بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ہوں تم جو بھی عمل کرتے ہو ان کی اچھائی اور برائی ان کا ظاہر اور باطن مجھ سے پوشیدہ نہیں یہ میں نے فیصلہ کرنا ہے کہ کون مومن ہے اور کون کافر تم نے یہ فیصلہ نہیں کرنا۔مثلاً جہاں تک جزا وسزا کا تعلق ہے جب ہم مرنے کے بعد اٹھیں گے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں فیصلے ہوں گے تو پھر وہاں پتا لگ جائے گا کہ کون مومن ہے اور کون کافر؟ کیونکہ کسی کے ایمان اور کفر کا فیصلہ تو خدا نے کرنا ہے اپنے زور پر تو کسی نے نہ جنت میں جانا ہے اور نہ کسی نے جنت میں جانے سے کسی دوسرے کو روکنا ہے یا پھر بعض

اصول ہیں جو قرآن کریم نے بتائے ہیں مثلاً یہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود خدا تعالیٰ بتا دیتا تھا کہ یہ منافق ہے۔ بعض لوگوں کے متعلق خدا تعالیٰ بتا دیتا تھا کہ یہ ہیں تو منافق مگر ابھی کسی کو بتاؤ نہیں۔ کسی کے متعلق خدا تعالیٰ بتا دیتا تھا کہ یہ جنتی ہے اس کا انجام بخیر ہوگا لیکن اسے بتاؤ نہیں، اس کو چلنے دو اسی طرح۔ پس یہ تو خدا تعالیٰ کی شان ہے بندوں کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

دو باتیں خاص طور پر ایسی ہیں جن کی طرف میں اس وقت احبابِ جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ ہے کہ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ کی رُو سے کوئی شخص اپنے دین یا اپنی بزرگی اور طہارت کے متعلق خدا تعالیٰ سے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میں ایسا ہوں نالائقی کے متعلق تو لوگ کہا ہی نہیں کرتے بزرگی کے متعلق بھی کوئی نہیں کہہ سکتا۔ ہم نے تو خدا تعالیٰ کو نہیں بتانا کہ ہم تیرے پیارے ہیں۔ پیار تو خدا نے دینا ہے اور ہم اسے بتائیں کہ ہم تیرے پیارے ہیں اور کوئی شخص دوسرے کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کسی پیارے یا ولی کو الہاماً کچھ بتایا ہو اور یہ اس وقت میرے مضمون کا حصہ نہیں۔

دوسرے یہ کہ جماعتِ احمدیہ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا کے مقام کو حاصل کرے۔ دوستوں کے دل میں ایمان کے بارہ میں کوئی شک اور شبہ باقی نہ رہے اور دلیری کے ساتھ اپنے ایمان کا اظہار کریں اور اس بات کا برملا اقرار کریں کہ وہ خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ میں تو جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق قرآن کریم نے بیان کیا ہے اس پر ایمان لاتا ہوں اور اس خطبے میں بھی اعلان کر رہا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم اتنی قسمیں کھانے کے لئے تیار ہیں جتنی خدا تعالیٰ کی صفات اور اس کی تجلیات ہیں اور اگر دوست یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اسلام پر ایمان لاتے ہیں تو اس کا دلیری کے ساتھ اقرار کریں اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نہیں، خدا کے شریک بھی ہیں اور خدائے واحد و یگانہ پر ایمان نہیں لاتے تو پھر اپنے اسلام کا بالکل اقرار نہ کریں، جھوٹ نہ بولیں، نہ لوگوں کے سامنے جھوٹ بولیں اور نہ خدا کے سامنے۔

پھر میں یہ بھی ایمان رکھتا ہوں اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام

رسولوں سے افضل اور ارفع ہیں۔ ہر ایک رسول جو آپ سے پہلے گزرا اس پر بھی احسان کرنے والے ہیں۔ انہوں نے بھی جو کچھ پایا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا تھا خدا اور ان کے درمیان کوئی اور وسیلہ یا شفیع نہیں بنا تھا یا اپنی قوتِ قدسیہ سے برکتیں دینے والا کوئی نہیں تھا سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ عظیم انسان ہیں۔ آپ انسان کامل ہیں۔ آپ دنیا کے مُحسنِ اعظم ہیں۔ آپ اتنا حسن رکھنے والے ہیں اپنے اعمال میں، اپنی زندگی میں، اپنے رہن سہن میں، اپنے معاشرہ میں کہ کسی ماں نے ویسا بچہ جنا اور نہ جن سکتی ہے یہ میرا ایمان ہے اور میں اس کا برملا اظہار کرتا ہوں باقی دنیا جو سمجھتی ہے اس کے متعلق کہتی رہے مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے اگر کوئی صاحب میرے خرچ پر میرے پاس تحقیق کرنے کے لئے آئیں اور ایک سال تک رہیں اور سال بھر مجھے فحش گالیاں دیتے رہیں تب بھی میں مسکراتا رہوں گا اور مجھے کوئی پروا نہیں ہوگی۔ لوگ گالیاں دیتے ہیں تو دیتے رہیں جس چیز کی مجھے فکر ہے وہ یہ ہے کہ میرا خدا مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اور پھر فرماتے ہیں: میں اس یقین پر قائم ہوں کہ اگر میں ذرہ بھر بھی اپنے خدا کا انکار کروں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام میں نے پہچانا ہے اور جس کی معرفت اور عرفان حاصل کیا ہے اس کا انکار کروں تو میرا رب ناراض ہو جائے گا۔

پس اگر آپ کے دل کی بھی یہی کیفیت ہے تو آپ کس سے ڈرتے ہیں آپ اپنے ایمان کا برملا اظہار کریں۔ دنیا کو ہم کچھ نہیں کہتے۔ ساری عیسائی دنیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتی رہی ہے ایسا تو دنیا میں ہوتا چلا آیا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں اسلام نے ساری دنیا پر غالب آنا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس منصوبہ کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنے مہدی کو پیدا کر دیا ہے اور ہمیں اس پر ایمان لانے کی توفیق عطا کی۔ یہ ایک حقیقت ہے ہم اس حقیقت سے فرار کیسے اختیار کر لیں۔

پس یہ جو آیات میں نے اس وقت پڑھی ہیں ان میں اس مضمون کا تسلسل ہے اور یہ ایک بڑا لطیف مضمون ہے جو بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ مومن کون ہوتا ہے؟ فرمایا مومن وہ ہے جو اللہ کی معرفت حاصل کرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع

مقام کو پہچانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایت کی راہ پر چلتے ہوئے اس مقام تک پہنچ جائے کہ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا اس کے دل میں کوئی شک اور شبہ باقی نہ رہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے تفصیل سے بتایا ہے شیطان کے سارے حربے اور ہر سہ قسم کے وسوسے ناکام ہوں یعنی انسان کا خدا اور اس کے رسول پر جو ایمان ہوتا ہے جس کا وہ زبان سے اقرار کرتا ہے دل میں اس کے بارہ میں یقین ہوتا ہے اور عمل سے یہ ثابت کرتا ہے کہ جو بات اس کے دل میں ہے وہ سچی ہے، اس میں کمزوری پیدا کرنے کے لئے شیطان حملے کرتا ہے وہ حملے ناکام ہو جائیں اور پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ کے مزید فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے علیٰ وجہ البصیرت خدا تعالیٰ کے حضور ہر چیز پیش کر دی جائے۔

پھر وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کی رُو سے انسان یہ عہد کرتا ہے کہ اے خدا! ہر چیز تیری ہے جسے ہم تیرے حضور پیش کر دیں گے۔ پھر وہ کبھی کروڑ میں سے ایک پیسہ مانگ لیتا ہے اور کہتا ہے باقی تم اپنے پاس رکھ لو اور کبھی وہ پانچ ہزار میں سے پانچ ہزار لے جاتا ہے۔ ایک شخص کا ایک ہی مکان ہے اسے جلا دیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا۔ مکان جل جانے کی وجہ سے اپنے رب کو تو نہیں چھوڑتا۔ ایسے موقع پر مومن کہتے ہیں ہم اپنے رب پر راضی ہیں۔

پھر فرمایا اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ جو لوگ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں صادق ہوتے ہیں ان کی علامت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے رب سے راضی ہوتے ہیں۔ پھر اس شبہ کا ازالہ کیا کہ محض ظاہری اعمال کافی نہیں۔ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ خدا کو میں نے اپنے دین کے معاملہ میں کچھ نہیں بتانا وہ تو علام الغیوب ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بتانا ہے کہ وہ مجھ سے کتنا پیار کرتا ہے۔ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ میں اپنے متعلق بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ خدا مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اس کے علم کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ میرے علم کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ علام الغیوب ہے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اس کو جاننے والا ہے اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ کیا میں اس خدا کو بتاؤں گا جو علاّم الغیوب ہے لیکن میں نے اس سے یہ علم حاصل کرنا ہے کہ وہ مجھ سے پیار کرتا بھی ہے یا نہیں یا پیار کرتا

ہے تو کتنا پیار کرتا ہے۔

میں نے بتایا تھا شروع خلافت میں خدا تعالیٰ نے مجھے یہ سبق دینا تھا کہ میں ہر موقع پر تیری ہدایت کا سامان پیدا کروں گا۔ چنانچہ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد گھر میں آ کر میں نے سنتوں کی ادائیگی شروع کی تو عین عالمِ بیداری میں میرے سامنے خانہ کعبہ آ گیا اور میں نے دیکھا کہ میرا منہ کوئی ایک سُوت کے برابر بائیں طرف ہے۔ خانہ کعبہ کی سیدھ میں نہیں ہوں۔ چنانچہ میں نے اپنا منہ ٹھیک کرلیا اور نظارہ بدل گیا۔ میں نے سوچا تو میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ خانہ کعبہ تو ہزار ہا میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بالکل چھوٹی سی جگہ ہے اس کی طرف ہر نمازی کا منہ ہو، یہ بات محلِ نظر ہے کہ لوگوں کا منہ عین اس کی طرف ہوتا ہوگا لیکن صرف جہتِ قبلہ کا خیال رکھا جاتا ہے ابھی تک ایسا کوئی آلہ ایجاد نہیں ہوا جس سے ہم پتا کرسکیں کہ نمازی کا منہ عین خانہ کعبہ کی طرف ہے۔ غرض میں سمجھ گیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے بڑے پیار سے یہ بشارت دی ہے کہ جس مقصود کے لئے تجھے نائب اور خلیفہ مقرر کیا گیا ہے اس مقصود کے حصول میں اگر تو غلطی کرے گا تو میں خود تجھے سیدھا راستہ دکھادوں گا۔ مجھے اس سے بڑا لطف آیا اور میں نے خدا تعالیٰ کی بڑی حَمد کی۔

پس یہ تو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتانا ہے کہ وہ ہم سے کتنا پیار کرتا ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ ہماری جماعت میں کوئی گھرانہ ایسا نہیں ہوگا جسے خدا تعالیٰ نے اپنے پیار کے جلوے نہ دکھائے ہوں حتّٰی کہ بچوں کو بھی معمولی باتوں کے متعلق سچی خوابیں آتی ہیں۔ غیب کا علم تو صرف خدا جانتا ہے۔ بات معمولی ہو یا بڑی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب تک کوئی بات غیب میں ہے اس کا علم سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ جس عورت نے کل بچہ جننا ہے اس کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ''لڑکی'' ہوگی یا ''لڑکا''۔ جس آدمی کی بھینس نے پرسوں بچہ دینا ہے اس کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ''کٹا'' دینا ہے یا ''کٹی''۔ یہ تو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پس بچوں کو ان کی عقل کے مطابق اور بڑوں کو ان کی سمجھ کے مطابق خدا تعالیٰ اپنے پیار کے جلوے دکھاتا ہے۔

غرض یہ خدا ہے جو اس قدر پیار کرتا ہے۔ کیا تم اس کو چھوڑ کر یہ اعلان کردو گے کہ تم

خدائے واحدو یگانہ پر ایمان نہیں لاتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر ہماری ہزار جانیں نہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں جانیں فدا ہوں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ پس نہ ہم خدا کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ سکتے ہیں مگر اس کے لئے بھی ہمارے پاس اپنی کوئی طاقت نہیں۔ اپنی قوت پر ہم بھروسہ نہیں کر سکتے۔ احباب دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ہر احمدی کو یہ طاقت عطا کرے جو تعلق اس کا اللہ کے ساتھ پیدا ہو گیا ہے اس کے اندر کبھی کوئی کمزوری نہ آئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و احسان کے جلوے دیکھ کر آپ کی جو محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہوئی ہے، وہ سرد نہ ہو بلکہ آپ کی محبت کی آگ اور بھی زیادہ بھڑکتی رہے۔ خدا تعالیٰ کی مدد کے بغیر اور اس سے قوت حاصل کئے بغیر ہم ایسا نہیں کر سکتے اسی لئے ہر نعمت جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اسے دیکھ کر انسان کی زبان سے یہی نکلتا ہے وَ لَا فَخْرَ اس میں انسان کے لئے کوئی فخر کا مقام نہیں کیونکہ یہ دینے والے خدا نے دیا جو بڑی عظمتوں والا اور بڑی شان والا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۶؍جولائی ۱۹۷۹ء صفحہ ۲ تا ۶)

۞۞۞